امن اور ترقی میں مذہب کا کردار

پروفیسر سید فرمان حسین
شعبۂ شیعہ دینیات ، اے ایم یو، علی گڑھ

انسان جب اپنے گردوپیش پر نظر ڈالتا ہے تو انکشاف ہوتا ہے کہ انسان پہلے بھی ظالم تھا اور آج بھی ظالم ہے۔ پہلے بھی جابر تھا اور آج بھی ہے ۔خون کی جو پیاس قابیل کے سینے میں بھڑکی تھی، آج بھی ان گنت سینوں میں بھڑک رہی ہے اور ہزار سال کی طوق رسانی کے بعد ٹھنڈی نہیں ہوسکی ہے۔ یہ خون کبھی عزت وناموس کے نام پر بہایا گیا۔کبھی بغض وعناد کی بنا پر، کبھی رزق کی تلاش میں فاقہ کش قوموں نے مظالم ڈھائے تو کبھی عالم کے لئے جابر شہنشاہوں نے اور کبھی مذہب کو آڑ بنا کر خدا کے نام پر سفاک جاہ پرستوں نے مظالم ڈھائے۔

یوں تو ہر مذہب سے وابستہ لوگ یہی کہتے ہیں کہ ان کا دین امن وامان کا گھوارہ اور محبت واخوت کا مروج ، محافظ اور پرستار ہے مگر یہ حقیقت تلخ بلکہ کچھ اس سے بھی ماسوا ہے کہ دنیا میں جتنا خون مذہب کے نام پر بہایا گیا ہے کسی اورعنوان سے یہ کارنامہ اس قدر وسیع پیمانے پر اتنے تسلسل کے ساتھ شاید انجام نہ دیا گیا ہو، ایک مذہب کا دوسرے سے تقابل ،تفوق اور پھر تصادم تاریخ عالم کا نمایاں مگر تکلیف دہ باب ہے۔ ایک اہل مذاہب کا باہمی تصادم کس صاحب نظر اور باہوش انسان کی نگاہ سے پوشیدہ ہے؟ صلیبی جنگوں کی ہولناکیوں سے کون شخص آنکھیں موند سکتا ہے یہ سلسلہ اب بھی پوری شدت اور حدت کے ساتھ جاری اور ساری ہے۔ نت نئے بہانے تراش کر ایک مذہب کے پیشواؤں کا دوسرے مذہب کے ممالک پر حملہ،شکست وریخت کا سلسلہ، ریشہ دوانیاں، تخریبی کارروائیاں ایک مذہب کے دشمنوں کی سرپرستی ،مظلوموں کی خونریزی جلاوطنی بے قصور اور نہتے عوام پر بمباری، کچھ ملکوں کو دھمکیاں، کچھ پر چڑھائیاں آمرانہ اقدامات اور استبداد سے نہ صرف چشم پوشی بلکہ شاباشی ایک مذہب کے بانی اور پیغمبر کی شان میں گستاخیاں، اس مذہب کے متاثر اور اصطلاحات کی توہین اور تذلیل بھی اور اس مذہب کے دشمن مصنفین پر انعامات واکرامات کی بارشیں کسی اور بنا پر نہیں بلکہ صرف اور صرف مذہبی جنون اور تعصب کا ہی مظاہرہ ہے۔ فلسطینی عوام کو ان کے گھر سے بے دخل

کر کے اپنے حلیف ملک کی تخلیق اور پھر اس کی حمایت وسرپرستی کے معصوم بچوں بوڑھوں اور خواتین پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دینا۔ان کی آہ وزاری اور خستہ حالی سے مجرمانہ تغافل کی بنیاد سوائے آج مذہبی دیوانہ پن کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔بابری مسجد کی شہادت ، گجرات کا قتل عام، آزادی کے بعد سے آج تک ایک کم زور اقلیت کومزید کم زور کرنے کی سازشیں ، منصوبہ بند فسادات نہتے اور بے بس افراد پر ظلم وستم کی بوچھار قانون کے رکھوالوں کا عتاب قانونی اداروں کا جانب دارانہ رویہ ایسے تلخ حقائق ہیں جوروز روشن کی طرح واضح ہیں۔

فسادات کے عنوان دے کر ایک طبقے کے لاکھوں افراد کو تہ تیغ کردیا جاتا اور قاتلوں کو سزا نہ ملنا چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ یہ پوری کارستانی مذہبی جذبات کے سائے میں ہی پروان چڑھ رہی ہیں۔

ان حالات کو دیکھ کرتو ایسا لگتا ہے کہ کسی نے مذہب کی افیون کی جوتعبیر کی تھی شاید وہ کچھ بعید از مفہوم نہیں ہے۔اسی کے ذریعہ ہر بڑے سے بڑا اقدام کیا جاسکتا ہے ہر بڑی سے بڑی خونریزی کا جواز تلاش کیا جاسکتا ہے اس وحشتناک صورت حال اور خوفناک ماحول سے گھبرا کرکسی پناہ گاہ کی تلاش میں جب ہم ایک قدم اور بڑھاتے ہیں تو عدم تحمل، غیر رواداری اور عدم برداشت کا ایک اور پُر ہول میدان ہمارے سامنے موجود ہوجاتا ہے۔ میری مراد اسلام کے نام لیواؤں کی زبوں حالی سے ہے۔ وہ اسلام جو امن وآشتی کا پیغام ، اورتسلیم وسپردگی کاعنوان تھا۔ اس کی تاریخ تو اور بھی بھیانک نظر آتی ہے۔

صدر اسلام میں ہی مسلمانوں کا گروہوں اور فرقوں میں بٹ جانا تاریخ اسلام کا وہ بھیانک اورلرزہ خیر حادثہ ہے جس پر جتنے آنسو بہائے جائیں،کم ہیں۔

مسلمانوں کا مسالک میں تقسیم ہوجاناتو شاید کوئی بڑی بات نہیں تھی ۔اس لئے کہ سابقہ ادیان میں بھی یہی سب کچھ ہوتارہا ہے مگر ان مسالک کا ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوجانا انتہائی بدبختی کا عنوان تھا۔ یہ سلسلہ اور آگے بڑھا، نفرتوں میں شدت، باہمی بیزاری، اعمال وافعال، معاملات بلکہ عبادات تک میں اتحاد کا فقدان نظر آنے لگا۔

یہ پہلو اور بھی زیادہ الم ناک ہے کہ دیگر مذاہب وادیان کے افراد اور جماعتیں تو وقت کے ساتھ ساتھ شعور کی اس منزل پر پہنچ گئے کہ اپنی آپسی دوریوں کو قربتوں میں تبدیل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہوگئے اور ان کی مساعی کامیاب بھی ہوئیں عیسائیوں میں بہت سے فرقے ہیں۔ ان

میں نظریاتی اختلافات بھی ہیں۔ یہودیوں میں بھی فرقوں کی تعداد کسی دوسرے مذہب سے کم نہیں۔ ہندوؤں میں بھی بے شمار عقیدے ہیں اور کچھ تو ایک دوسرے کے بالکل متضاد بھی ہیں مگر یہ فرقے اپنے اپنے نظریات پر قائم رہتے ہوئے وحدت کی لڑی میں پروئے ہوئے نظر آتے ہیں۔

روئے زمین پر کہیں بھی عیسائی عیسائی سے دست وگریباں نظر نہیں آتا۔ یہودی یہودیوں سے نبرد آزما نہیں ہے، ہندو ہندو سے کہیں آمادہ قتال نہیں ہے، یہ تلخ مناظر اگر آپ کو کہیں نظر آتے ہیں تو صرف اس امت میں جو خیر امت کے بلند مرتبہ فائز کر کے بھیجی گئی تھی۔ مسلمانوں کے فرقوں میں پہلے تو باہمی بحث مباحثہ ہوتا تھا پھر اپنے نظریات کی صحت اور دوسرے نظریات کے بطلان کے اثبات میں مناظرے ہونے لگے مگر زمانہ کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے بڑھتے معاملہ باہمی تکفیر تک جا پہنچا اور اب تو پھر ایک فرقہ دوسرے کو کافر کہہ رہا ہے۔ پہلے کاوشیں لوگوں کو مسلمان بنانے کی تھیں۔ اب سب لوگوں کی کوششیں مسلمانوں کو کافر بنانے کی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اب تو مسلمان ایک دوسرے کا خون بہاتے ہیں۔ اور اس کارنامہ پر کسی کو ندامت بھی نہیں ہے بلکہ اسے لائق فخر، باعث اجروثواب اور جنت کی ضمانت سمجھا جارہا ہے، مسجدیں فرقوں میں بٹ گئی ہیں۔ مسلمانوں کا ایک دوسرے کی مسجد میں چلے جانا ایک ہنگامہ کو دعوت دینا اگر نہیں بھی ہے تو ایک امر ناپسندیدہ ضرور ہے۔

ایسی جماعتیں تیار کردی گئی ہیں جن کا سب سے اہم فریضہ یہ قرار پایا کہ وہ ذہنوں میں یہ واضح کرادیں کہ بس ان کے ساتھ چلنا ہی عین اسلام ہے باقی سب یا تو شرک ہے یا کفر ہے۔ مختلف انجمنوں کے نام سے ایسے فوجی دستے تیار کردئے گئے ہیں جن کو سمجھا دیا گیا ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو قتل کردینا اتنا مقدس فریضہ ہے کہ اس کی ادائیگی میں اپنی جان کی بھی بازی لگائی جاسکتی ہے۔ افغانستان، پاکستان، عراق، شام بحرین، سعودی عرب کے حالات ان تلخ حقائق کے زندہ اور جیتے جاگتے ثبوت ہیں اسلام دشمن قوتوں نے سب سے پہلے اسلامی وحدت کو اس عنوان سے پارہ پارہ کیا کہ خلافت کے عظیم الشان ادارہ کو ریزہ ریزہ کر کے چھوٹے چھوٹے ملکوں کی تشکیل کی پھر ان ممالک پر اپنی پسند کی حکومتوں کو مسلط کیا۔ کہیں ڈکٹیٹر بٹھادئے کہیں سلاطین کو مسلمانوں کے سروں پر مسلّط کردیا۔

ایک انتہائی تنگ نظر کنبہ کو مسلمانوں کے مقدس ترین مقامات کا حکمراں بنا کر صہیونیت کی خدمت پر مامور کردیا۔ حکومت کی لالچ اور اقتدار کی ہوس میں اس کنبہ نے اسلام دشمنوں کی اطاعت

بہ رضاورغبت قبول کرلی، اورمختلف ذرائع سے امت مسلمہ میں تخریبی عناصر کی پرورش کی جانے لگی۔
آج سعودی عرب میں امریکہ اور اسرائیل کے خلاف لب کشائی جرم ہے اور مسلمانوں کے بزرگان دین کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنا لائق گردن زدنی ہے۔ اس لیے ان بزرگوں کی قبروں کو بھی اکھیڑ دیا گیا ہے۔ ان نام نہاد مسلمانوں کے ہوتے ہوئے اسلام کو اب بھلا کسی دشمن کی کیا ضرورت ہے۔صرف یہی کہا جاسکتا ہے۔

کسے خبر تھی کہ لے کر چراغ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

ایسے خون آلود ماحول میں کہاں کا امن اور کیسی ترقی۔ ایسے ہولناک حالات میں امن وترقی کی تلاش خواب ہی ہے۔لیکن تصویر مسلمانوں کی ہے اسلام کا اس سے دور کا بھی علاقہ نہیں ہے۔ سفاک، خوں خوار اور اقدار کے بھوکے حکومت کے لالچ میں سرتاپا غرق افراد نے اسلام کا نام لے کر جو مذموم حرکتیں کی ہیں یا کررہے ہیں ان میں اور حقیقی اسلام میں تو بعد المشرقین ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ عقائد کا اختلاف دنیا میں ہمیشہ رہے گا۔ انسان آزاد ہے کہ اپنے دلی یقین کے مطابق جو عقیدہ چاہے اپنائے اور اپنی نجات جن نظریات میں چاہے تصور کرے مگر یہ حق کسی کو نہیں ہے کہ اپنے عقائد کو جبراً کسی پر تھوپنے کی کوشش کرے یا ایسے عقائد کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرے جو ظلم اور تعدی کی تعلیم دیتے ہوں۔ یہ طریقہ جب بھی اختیار کیا جائے گا ہمیشہ فساد ہوگا۔ موجودہ عالمی فساد کا پس منظر یہی ہے۔

یہ بات حتمی اور قطعی ہے کہ مذہب ہرگز فساد اور خونریزی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اس کا تو تصور بھی کم علمی کی پیداوار ہے اور سراسر بے بنیاد ہے۔

یاس وحسرت کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں امید کی کرن روشن ہوجاتی ہے جب اس حقیقت کا ادراک ہوتا ہے کہ مذہب کے نام پر ظلم کرنے والے ہمیشہ یا تو لامذہب ہوا کرتے ہیں یا ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے اندر حقیقی مذہب کا شائبہ تک نہیں ہوتا یا امتداد زمانہ سے بگڑ کر ان کا مذہب کچھ سے کچھ ہوجاتا ہے یا پھر ایسے مذہبی علماء اس ظلم کے ذمہ دار ہوتے ہیں جن کا مذہب سے تعلق برائے نام اور برائے ضرورت ہوتا ہے۔ ایسے لوگ مذہب کی خدمت یا اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ اپنے مفادات کے لئے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ ان کے دل روحانیت ، رحمت ، شفقت اور خدمت خلق

کے پاکیزہ جذبات سے عاری ہو کر چالاکی، ریاکاری، عیاری اور سفاکی کی آماجگاہ ہوتے ہیں۔ ایسے گندم نما جوٴ فروشوں کی بداعمالیوں کو مذہب کی طرف منسوب کرنا مذہب پر ایک بڑا بھاری ظلم ہے۔ حق بات یہ ہے کہ وہ پرودگار جو تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے کسی مذہب کے ماننے والوں کو اپنے بندوں پر ظلم کرنے کی تعلیم اور اجازت نہیں دیتا۔

مذہب کی طرف سے اگر ظلم روا رکھا گیا ہوتا تو زیادہ ظلم ڈھانے والے خود مذہب کے بانی ہوتے یا ان کے وہ متّبعین ہوتے جنہوں نے اس مذہب کو خود اس مذہب کے بانی سے سیکھا ہے اور اس سے تعلیم حاصل کی اور اس کے اسوہ کے مطابق اپنے اعمال اور اخلاق کو ڈھالا، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ مذہب کے نام پر ظلم ان لوگوں نے ڈھایا ہے جنہوں نے مذہب کو یا تو بگڑی حالت میں پایا ہے اور اس کی تقلید کرنے لگے یا اپنی اخلاقی گراوٹ کی وجہ سے اپنے خیالات اور رجحانات کی پیروی کرنے لگے۔

اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ظلم انبیاء ومرسلین، اولیاء صدیقین اور صالحین پر ہوئے ہیں جن میں سے بہت سے حضرات کو شہید کر دیا گیا۔ انہوں نے کسی پر ظلم نہیں کیا۔

قوم نوح نے حضرت نوح پر ظلم کے پہاڑ توڑ دئے۔ حضرت ابراہیم نے کسی کو آگ میں نہیں جلایا لیکن خود ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔

حضرت موسیٰ نے کسی پر زیادتی نہیں کی مگر ان کو ملک بدر کر کے ہولناک صحرا میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ نے کسی پر دست تعدی دراز نہیں کیا مگر ان کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔

(یہ الگ بات ہے کہ پروردگار نے ان کو اٹھالیا ہے۔)

حضرت محمد مصطفیٰ کو جو اذیتیں دی گئی ہیں وہ تاریخ میں پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہیں کونسا ظلم تھا جو آپ پر روا نہ رکھا گیا۔ کوڑا پھینکا گیا۔ کانٹے بچھائے گئے، نماز پڑھتے ہوئے گندگی کمر پر رکھ دی گئی۔ پتھر مارے گئے گستاخیاں کی گئیں۔ یہاں تک کہ آپ کو کہنا پڑا کہ کسی نبی کو اتنی اذیت نہیں دی گئی جتنی مجھے دی گئی ہے اور آپ ہر ظلم پر یہی دعا کرتے تھے اللّھمّ اھد قومی فانّھم لا یعلمون میرے معبود ان کی ہدایت فرما، یہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ فروغ امن اور جہان ارتقاء میں اسلام کا کیا تعاون ہے اور کیا رہنمائی ہے۔

امن اور ترقی دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ترقی وہیں ہوتی ہے جہاں امن ہوتا ہے۔

اس کے سائے میں ہی ترقی ہوتی ہے اور امن کا جس قدر استحکام ہوتا ہے ترقی کی رفتار اتنی ہی تیز ہوتی ہے۔ جہاں خوف وفساد ہوتا ہے وہاں زوال ہی زوال ہوتا ہے کیونکہ امن ترقی کا ضامن اور ترقی امن کی ہم نشین ہوتی ہے۔

تعرف الاشیاء باضدادھا

اس بنا پر یہ دیکھنا انتہائی ضروری ہے کہ امن کے مقابلہ پر جو کیفیت ہوتی ہے اسے خوف کہا جاسکتا ہے اور قیام امن کے لئے ضروری ہے کہ خوف اور اس کے اسباب کو دور کیا جائے۔ کیونکہ خوف کی بنا پر بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے اور بے اطمینانی کا نتیجہ اگر انسان بزدل ہے تو خود سپردگی یا اور یا دوسرا راستہ حملہ یا آغاز جنگ ہے۔

یہ جنگ کبھی تو جائز حدود تک سمٹی رہتی ہے اور کبھی حدوں سے تجاوز بھی کر جاتی ہے۔

حملہ آور گروہ اسے اپنا حق سمجھتا ہے اور انقلاب کا نام دیتا ہے اور جن لوگوں کے خلاف یہ انقلاب برپا کیا جاتا ہے وہ اسے بغاوت کہہ کر پکارتے ہیں۔

حملہ آور گروہ کے خیالات، رجحانات، میلانات ،نظریات اور اقدامات سے جو لوگ متفق اور متاثر ہوتے ہیں وہ ان لوگوں کو مجاہد آزادی ،محبّ وطن ، دینی خدمت گار یا قومی فدا کار قرار دیتے ہیں جبکہ مخالف گروہ انہیں خارجی، باغی، دہشت گرد یا آتنگ وادی کے خطاب سے سرفراز فرماتے ہیں۔

خوف کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں جن میں سے ایک ہے امتیازی رویہ یا تفریق اور بھید بھاؤ۔ تفریق کی وجہ سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر شک کرتا ہے جس کی وجہ سے عدم اعتماد کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔

دین اسلام عدم اعتماد کی فضا کو پیدا نہ ہونے یا اگر پیدا ہوگئی ہے تو اسے دور کرنے کے لئے تمام انسانوں کو بھائی چارے کی ایسی لڑی میں پرو دیتا ہے۔ جس سے تفریق کا سدباب ہوجاتا ہے۔ اسلام کہتا ہے۔

یا ایّھا النّاس اتّقوا ربّکم الّذی خلقکم مِن نفسٍ واحدۃ

لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے۔

خلقکم من نفس واحدہ

تم لوگوں کو نفس واحد سے پیدا کیا ہے۔[1]

دوسرے مقام پر اس نے آواز دی ہے کہ

یا ایّھا النّاس انّا خلقناکم من ذکرٍ وانثیٰ وجعلناکم شعوباً وّقبائل لتعارفوا انّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم۔

اے لوگوں! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور قبیلوں اور گروہوں میں اس سے رکھا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ ورنہ اللہ کے نزدیک تو تم میں سے بڑا اور لائق عزت وہ ہے جو پاکیزہ کردار رکھتا ہے۔[۲]

کہیں سبھی انسانوں کو بنی آدم یعنی آدم کی اولاد کہہ کر پکارا ہے تاکہ سب کو یہ احساس رہے کہ وہ سب ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔

آنحضرت کی ایک حدیث میں ہے کہ سب لوگ برابر نہیں اور کسی کو کسی پر کوئی فوقیت اور برتری نہیں ہے۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ سب انسان کنگھی کے دانتوں کی طرح ہیں۔

دوسرا اقدام اس سلسلہ میں اسلام کا یہ ہے کہ اس نے دیگر مذاہب کے بانیوں اور برگزیدہ ہستیوں کا احترام کرنے کا درس دیا بلکہ انہیں اپنا ہی سفیر قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے۔

انّا اوحینآ الیک کما اوحینا الی نوح والنّبیّین من بعدہ و اوحینا الی ابراھیم و اسمٰعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وعیسیٰ وایّوب ویونس وھارون وسلیمٰنَ داوٗد زبوراً ورسلاً قد قصصنا ھم علیک من قبل ورسلاً لم نقصصھم علیک وکلّم اللّٰہ موسیٰ تکلیماً۔

ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے نوح علیہ السلام اور ان کے بعد کے نبیوں کی طرف کی تھی، اور ہم نے وحی نازل کی ابراہیم، اسماعیل اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر اور عیسیٰ، ایوب، یونس اور ہارون پر اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی اور آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم سے آپ نے بیان کیے اور بہت سے رسولوں کے بیان نہیں بھی کیے اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے صاف طور سے کلام کیا۔[۳]

سورۂ رعد کی آیت نمبر ۷ میں ہے کہ

ولکلّ قومٍ ھاد

ہر قوم کے لئے رہنما ہیں۔

سورۂ یونس کی آیت نمبر ۴۷ میں ہے کہ

ولکل امّۃٍ رسول

ہر امت کے لئے رسولؐ ہے۔

سورۂ ابراہیم میں ہے۔

وما ارسلنا من رسول الّابلسان قومه لیبیّن لهم

ہم نے ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا ہے۔ تاکہ ان کے سامنے وضاحت کرسکے۔۴؎

اسلام نے غیر مسلموں کو بھی عزت وتوقیت کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

انّ الّذین آمنوا والّذین هادو والصّائبون والنّصاریٰ من آمن باللّٰه والیوم الآخر وعمل صالحاً فلاخوف علیهم ولاهم یحزنون۔

مسلمان، یہودی ستارہ پرست اور نصرانی کوئی بھی ہو، جو بھی اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھے اور نیک عمل کرے وہ بے خوف اور بےغم ہوجائے گا۔۵؎

جو لوگ اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنا معبود سمجھتے ہیں انہیں بھی برا کہنے سے اسلام نے منع کیا ہے۔

ولاتسبّو الّذین یدعون من دون اللّٰه فیسبّو اللّٰه عدواً بغیر علم کذلک زیّنّا لکل امّة عملهم ثمّ الی ربّهم مرجعهم فینبّئُهم بما کانوا یعملون۔۶؎

دشنام مت دو، ان کو جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ وہ از راہ جہل حد سے گزر کر اللہ کی شان میں گستاخیاں کریں گے۔

ہم نے اس طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب رکھا ہے پھر انہیں اپنے رب کی طرف جانا ہے سو وہ ان کو بتادے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔

اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ کسی مذہب کو دوسرے پر تھوپا نہیں جاسکتا اس لیے اس نے لااکراہ فی الدّین کا نعرہ بلند کیا ہے۔

وہ مختلف مکتب ہائے فکر کے لوگوں کو مختلف نظریات رکھتے ہوئے بھی ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر جمع ہوجانے کی دعوت اس طرح دیتا ہے۔

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمةٍ سواءٍ بیننا وبینکم الاّ نعبد الاّ للّٰه ولا نشرک بهٖ

شیئاً ولا لیتّخذ بعضنا اربابا من دون اللّٰہ۔

یعنی اے رسولؐ آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں۔ ۷

یہ اسلام کی فراخ دلی اور وسعت نظری ہے کہ اس نے تمام مذاہب کے عبادت خانوں کے تحفظ اور تقدس کا لحاظ رکھا ہے۔

ولولا دفع اللّٰہ النّاس بعضھم ببعضٍ لھدّمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللّٰہ کثیراً ۔

یعنی اگر اللہ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے، گرجے، صومع اور مسجد وغیرہ سب ڈھائے جا چکے ہوتے۔ جہادوں کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔ ۸

اسلام نے قیام امن کے لئے عدل کو انتہائی ضروری سمجھا ہے اور اس پر بھرپور انداز میں زور دیا ہے۔ اور یہ ایسا انداز ہے جو اگر عدیم النظیر نہ بھی کہا جائے تو قلیل المثال بہر حال ہے۔

اسلام کا مطالبہ ہے۔

لایجرمنّکم شنأن قوم علیٰ ان لّاتعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتّقویٰ۔

یعنی کسی قوم کی عداوت تمہیں اس جرم کا مرتکب نہ بنادے کہ تم انصاف نہ کرسکو، انصاف کرو یہی تقویٰ ہے۔ ۹

انسانی زندگی کی جو قیمت اسلام کی نظر میں ہے اس کا جواب ڈھونڈنا سعی لاحاصل کے مترادف ہے۔ اس نے ایک نفس کی قیمت پوری نبی نوع انسان کی قیمت کے برابر قرار دی ہے اور ایک کا قتل پوری نوع بشر کا قتل قرار دیا اور ایک نفس کا تحفظ پوری نسل انسان کی بقا کے برابر قرار دیا ہے۔ ۱۰

خود آنحضرت کا کردار یہ تھا کہ دشمن آپ کو ہر طرح سے اذیت دیتے تھے۔ آپ کی توہین کرتے تھے قتل کی سازشیں کرتے تھے مگر آپ کی زبان سے ان کے لئے صرف ہدایت کے لئے یہی دعا نکلتی تھی۔

حضرت علیؑ نے جب مالک اشتر کو مصر کا گورنر بنایا تو انہیں ہدایت کی کہ ”اپنے دل میں بڑی انکساری اور محبت کو جگہ دو۔ پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ لوگوں کو نگل لینا تمہیں

اچھا لگنے لگے۔ لوگ دوطرح کے ہوتے ہیں کچھ وہ ہوتے ہیں جو تمہارے دینی بھائی ہوئے ہیں اور کچھ وہ ہیں جنہیں تمہاری طرح خالق نے پیدا کیا ہے۔ لوگوں سے بھول چوک بھی ہوتی ہے۔ تم ان سے عفوو درگزر جیسا برتاؤ کرنا جس طرح تم اپنے لئے اللہ سے معافی کے خواستگار اور طلب گار ہوتے ہو آپ نے بھی فرمایا کہ جو شخص لوگوں پر ظلم کرتا ہے تو خود اللہ مظلوم کا طرف وار اور ظالم کا مخالف ہوجاتا ہے۔ اور جس کا مخالف خدا ہوجائے تو وہ اس ظالم کو کچل کر رکھ دیتا ہے۔

ظلم پر باقی رہنا اللہ کی ناراضگی کا سب سے بڑا سبب ہے کیونکہ اللہ مظلوموں کی پکار بہت جلد سنتا ہے اور ظالم کی گھات میں رہتا ہے۔

اسلام نے محبت اور اخوت پر بے انتہا زور دیا ہے۔ اسلام کا بھیجنے والا رب رحمان اور رحیم ہے۔ اس کا رسول رحمۃ للعالمین ہے۔ اس کی کتاب (قرآن) شفا اور رحمت ہے۔

اس نے رنگ، نسل، علاقہ اور زبان کے امتیازات کو ختم کرنے پر زور دیا ہے اور انسان کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور ہم نے تمہیں مکرم اور صاحب فضیلت بنایا ہے۔[۱۱]

انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے مرتبہ سے نہ گرے، خود بھی وقار سے رہے اور دوسروں کو بھی وقار سے رہنے دے۔

جہاں تک ترقی کا سوال ہے اس بارے میں پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے اور مزید گزارش ہے کہ ترقی کا تعلق علم وفن سے ہے جس قوم میں جتنا علم ہوگا وہ اتنی ہی ترقی یافتہ یا ترقی پذیر ہوگی۔ اسلام نے علم پر کتنا زور دیا ہے۔ اس پہلو پر قرآن کی متعدد آیات بہت واضح انداز میں جلوہ فگن ہیں۔ اسلام کی تو پہلی وحی کا تعلق پڑھنے اور لکھنے سے ہے۔

حوالے:

۱۔ سورۂ نساء، آیت ۱

۲۔ سورۂ حجرات، آیت ۱۳

۳۔ سورۂ نساء، آیت ۱۶۳

۴۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۴

۵۔سورۂ المائدہ ، آیت ۶۹

۶۔سورۂ انعام، آیت ۱۰۸

۷۔سورۂ آل عمران، آیت ۶۴

۸۔سورۂ حج، آیت ۴۰

۹۔ سورۂ مائدہ، آیت ۸

۱۰۔سورۂ مائدہ، آیت ۳۲

۱۱۔سورۂ بنی اسرائیل،آیت ۷۹

☆